OPEN ACCESS
Al-SHARQ
ISSN (Print): 2710-2475
ISSN (online): 2710-3692
www.alsharqir.com

Al-SHARQ
Vol.: 01, Issue: 01, Jan-June 2020, PP: 01 - 20

جدید مسلم دنیا کو درپیش داخلی و خارجی چیلنجز اور قرآن وسنت کی روشنی میں ان کا حل

Solutions to the Challenges Faced by Modern Muslim World in the Light of Qur'an and Sunnah

Saad Jafar,
Lecturer of Islamic Studies, Department of Pakistan Studies
Abbottabad University of Science & Technology, Abbottabad

Saddam Hussain,
Lecturer of Islamic Studies,
University College of Dera Murad Jamali, Naseerabad

Abstract

Today, the Islamic states suffer from internal and external challenges. The Holy Quran and Sunnah provide complete solutions to these challenges individually and collectively, nationally and internationally. In order to deal with the internal and external challenges of the state of Madinah, the Holy Prophet (PBUH) took steps such as the face of Madinah, the Charter of Madinah, the peace treaty, letters to the kings, the conquest of Makkah and the farewell sermon. The defense and foreign policy of the state of Madinah is a manifestation of prophetic insight, foresight and understanding, which has a wide range of guidance not only for the people of Islam but also for the world of humanity. Implement as a basic system at the state and international level. In this article, the various problems and challenges facing the Muslim state will be identified and the solution to these problems will be presented in the light of the sayings of the Holy Prophet (PBUH).

Keywords: *internal challenges, external challenges, foreign policy, Charter of Madinah, prophetic insight, Muslim state*

تمہید:

اسلام ایک منظّم اور مربوط نظریہ حیات ہے جس کا اپنا ضابطۂ اخلاق ، سیاسی و سماجی اور معاشی و معاشرتی نظام ہے۔ عصر حاضر میں اسلامی ریاست داخلی و خارجی عدم استحکام ،عالمی دباؤ، معاشی کمزوری اور معاشرتی پسماندگی کا شکار ہے۔ خارجی طور پر مختلف طرح کی سازشیں کرکے امت مسلمہ میں اختلافات و تنازعات پیدا کرنا، اسلامی تہذیب و ثقافت کو تنقید کا نشانہ بنانا اور انتہا پسندی و دہشتگردی کا الزام لگا کر اسلامی ریاست کے امن کو برباد کیا جاتا ہے۔ داخلی طور پر بے حیائی و بے راہ روی، اسلامی حدود سے تجاوز، لبرل سوچ، مادیت پسندی، مالی بد عنوانی فرقہ واریت اور اخلاقی پستی جیسے مسائل کا سامنا ہے۔ ان چیلنجز سے نپٹنے کے لیے حضور نبی اکرم ﷺ کی زندگی انفرادی و اجتماعی، قومی و بین الاقوامی لحاظ سے کامل و مکمل اور بہترین نمونہ ہے۔ مدینہ طیبہ میں

CC BY

تشریف لاتے ہی سب سے پہلے آپ نے ریاست مدینہ کی صورت میں ایک منظم معاشرے کا قیام عمل میں لایا، جہاں عدلیہ کی بالادستی تھی، قانون کی حکمرانی تھی۔

ریاست مدینہ میں جان و مال اور عزت کا تحفظ دیا اور رعایا کے سماجی، معاشی، قانونی، عائلی اور اخلاقی حقوق کا تعین کروایا۔ اسلامی معاشرے کو امن و امان، اخوت و بھائی چارہ، مساوات، عدل و انصاف، صبر و تحمل، برداشت اور رواداری جیسی اقدار سے روشناس کروایا۔ اقلیتوں کے جان و مال، عزت اور ان کے مذہبی حقوق کے تحفظ کو آئین کا حصہ بنایا۔ معاشی استحصالی نظام کا خاتمہ کرکے ایسا نظام معیشت متعارف کروایا جس سے انفرادی و اجتماعی طور پر معاشی صورتحال مستحکم ہوئی۔ ریاست مدینہ کے داخلی و خارجی چیلنجز سے نپٹنے کے لیے حضور ﷺ نے مواخات مدینہ، میثاق مدینہ، صلح حدیبیہ، بادشاہوں کو خطوط، فتح مکہ اور خطبہ حجۃالوداع جیسے اقدامات کیے۔ ریاست مدینہ کی دفاعی اور خارجہ پالیسی آپ ﷺ کی پیغمبرانہ بصیرت، تدبر اور معاملہ فہمی کی مظہر ہے جو نہ صرف اہل اسلام بلکہ عالم انسانیت کے لیے ہدایت کا وسیع سامان رکھتی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلم ریاستیں حضور ﷺ کے اسوہ حسنہ کو ریاستی اور بین الاقوامی سطح پر بنیادی نظام کے طور پر نافذ کریں۔

آج کا دور اپنے سماجی، معاشرتی، عمرانی، سائنسی اور ٹیکنالوجی حالات کے حوالے سے بہت آگے بڑھ چکا ہے، اس کے باوجود مسلم ریاست گوناگوں مسائل کا شکار ہے، آج ہم جن مسائل اور چیلنجز سے دوچار ہیں، اس کی بنیادی وجہ ہمارا داخلی انتشار اور مسلم اُمہ میں اتحاد و یکجہتی کا فقدان ہے۔ اسلام کی دینی و تہذیبی اقدار سے دوری، اسوۂ حسنہ اور تعلیمات نبوی ﷺ سے انحراف، خود فراموشی اور خدافراموشی ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد عروج وزوال کے فطری اصول کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

"تم کرۂ ارض کی کوئی قوم لے لو اور زمین کا کوئی ایک قطعہ سامنے رکھ لو، جس وقت سے اس کی تاریخ روشنی میں آتی ہے اس کے حالات کا کھوج لگاؤ تو دیکھو گے کہ اس کی پوری تاریخ کی حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ وارث و میراث کی ایک مسلسل داستان ہے یعنی ایک قوم قابض ہوئی، پھر مٹ گئی اور دوسری وارث ہو گئی۔ پھر اس کے لیے بھی مٹنا ہوا اور تیسرے وارث کے لیے جگہ خالی ہو گئی۔ قرآن کہتا ہے یہاں وارث و میراث کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اب سوچنا یہ چاہیے کہ جو ورثہ چھوڑنے پر مجبور ہوتے ہیں، کیوں ہوتے ہیں اور جو وارث ہوتے ہیں کیوں وراثت کے حقدار ہو جاتے ہیں"[1]

سوال تحقیق:

1۔ مقالہ ہذا میں ہم یہ ثابت کرنے کی کوشش کریں گے کہ کیا اسلامی تعلیمات عصر حاضر کے جدید مسائل کو حل کرنے کی طاقت رکھتی ہیں؟

2۔ امت مسلمہ کو بحیثیت امت کن مسائل کا سامنا ہے اور اسلامی تعلیمات کے مطابق ان کا حل کیا ہے؟

سابقہ تحقیق کا جائزہ:

ڈاکٹر برہان احمد فاروقی نے اپنی مشہور کتاب "قرآن اور مسلمانوں کے جدید مسائل" میں مسلمانوں کو درپیش مسائل اور ان کا حل پیش کیا۔ ہم نے اگرچہ اس کتاب بہت رہنمائی لی لیکن ہماری کوشش رہی ان مسائل کا زیر تحقیق لایا جائے جو جدید ہوں۔

اسی طرح ڈاکٹر صہیب حسن نے "امت مسلمہ کے موجودہ مسائل اور ان کا حل (سیرت طیبہ کی روشنی میں)" اس موضوع پر مقالہ لکھا جسے بہاولپور یونیورسٹی میں پیش کیا گیا۔اس مقالے کو لکھے کافی وقت گزر گیا اور حالات کی تبدیلی کی وجہ سے امت مسلمہ کو نئے مسائل کا سامنا ہے۔

فیض احمد فاروق نے "پاکستان کو درپیش تحدیات و مسائل کا حل اسلامی تعلیمات کی روشنی میں" اس مضمون پر مقالہ لکھا۔ موصوف نے اپنے مقالے کو صرف پاکستان کے مسائل تک محدود رکھا۔

اسلامی تہذیب و ثقافت پر تنقید:

اسلامی ریاستوں کو جن چیلنجز کا سامنا ہے ان میں سے ایک مسئلہ اسلامی تہذیب و ثقافت پر مغربی تہذیب کا حملہ ہے۔ امت مسلمہ کو فکری طور پر متزلزل کرکے ان کی کامل تہذیب و ثقافت ،معاشرتی ،اخلاقی وسماجی قدریں پامال کی جارہی ہیں۔جس کے نتیجے میں شریعت کی گرفت کمزور ہو گئی اور ہماری زندگی سے اسلامیت یوں رخصت ہوئی کہ ہم محض نام کے مسلمان رہ گئے۔

اسلام کے بارے میں اظہار کرتے ہوئے مغربی مفکرین اسلام کو اپنی تنقید کا نشانہ بناتے ہیں تو ان کا اندازہ اپنی تہذیب کی برتری کو ظاہر کرتے ہوئے اسلام کی تحقیر کی حدوں کو چھونے لگتا ہے۔ فوکویاما (F. Fukuyama) اسلام کے تہذیبی کردار کے بارے میں اظہار کرتے ہوئے لکھتا ہے :

"اسلام ایک منظّم اور مربوط نظریۂ حیات ہے جس کا اپنا ضابطۂ اخلاق اور سیاسی اور سماجی انصاف کا نظام ہے۔ (ابتداً) اسلام کی مقبولیت آفاقی تھی جو عام انسانوں تک پہنچی۔ (دور جدید میں) بلا شبہ اسلام نے مسلم دنیا کے کئی حصوں میں آزاد خیال جمہوریت کو شکست دی اور اس سے یہ ان ممالک میں بھی آزاد خیال روش کے لیے خطرہ ثابت ہوا جہاں یہ براہ راست سیاسی قوت نہیں حاصل کر سکا۔ تاہم موجودہ احیائی جدوجہد کے دوران اسلام کی طرف سے قوت کے اظہار کے باوجود حقیقت یہی ہے کہ اس مذہب میں ان ممالک سے باہر جہاں اسلام ثقافتی طور پر شروع ہوا کوئی کشش نہیں۔ ایسے لگتا ہے کہ اسلام کی ثقافتی فتوحات کا زمانہ گزر چکا ہے یہ کچھ غلط فہمیوں کا شکار وابستہ افراد کا دل توجیت سکتا ہے لیکن اس میں برلن، ٹوکیو اور ماسکو کے نوجوانوں کیلئے کوئی صدائے بازگشت موجود نہیں۔ دنیا میں ایک بلین یعنی دنیا کی آبادی کا پانچواں حصہ ثقافتی طور پر اسلامی ہوتے ہوئے بھی مسلمان لبرل جمہوریت کو اپنے علاقے میں بھی نظریات کی بنیاد پر چیلنج نہیں کرسکتے۔ بلا شبہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اسلامی دنیا لبرل تصورات کو شکست دینے کی بجائے ان کے سامنے عاجز اور ناتواں ثابت ہوتی چلی جائے گی"[2]

ان تمام تر پراپیگنڈوں کا مؤثر تدارک تب ہی ہوسکے گا جب ہم اسلام کو ایک کامل تہذیب کے طور پر پیش کریں گے، کہ اسلام ایک مثالی ثقافت دیتا ہے جس میں اقدار واعمال، معیشت واخلاق باہم مربوط ہیں۔

ڈاکٹر برہان احمد فاروقی لکھتے ہیں:

"مغربی اقوام ترقی پذیر اقوام کو یہ باور کرانا چاہتی ہیں کہ کوئی پیرو اپنے مقتدیٰ سے آگے نہیں جا سکتا، لہٰذا اپنی برتری منوانے اور اسے اپنے اتباع کی ترغیب دینے کا ایک انداز یہ ہے کہ ہمیں ہمارے فکری اساس اور ثقافتی نمونے سے ہٹا کر ایسی کش مکش میں الجھایا جائے جس کی بدولت ہی اپنے نظام کی نتیجہ خیزی کے یقین سے دستبردار ہو

جائیں اور ان کی پیروی میں منہمک رہیں اور کبھی ایک حریف کی حیثیت سے نہ ابھر سکیں۔ عصر حاضر نے جو چیلنج تمام نوع انسانی کے لیے پیدا کیا ہے، اگر ہم اس کا جواب مغربی تہذیب کے اتباع سے نکلے بغیر تلاش کریں تو اس کا امکان باقی نہیں رہے گا کہ ہم اپنی فکری اساس اور اپنے ثقافتی نمونے پر قائم رہ کر ترقی کی جد و جہد کر سکیں۔"[3]

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دنیائے آب و گل کو ایک نیا تمدن اور نئی تہذیب عطا کی۔ دنیا کا گھسا پٹا نظام یکسر بدل کر رکھ دیا۔ اس میں نظم و نسق قائم کیا۔ دستور زندگی کی بنیاد رکھی۔ انسانوں کے اندر ایک ایسا بھائی چارہ قائم کیا جس نے فرد اور جماعت کے درمیان الفت و محبت، اخوت و تعاون اور اتحاد و اتفاق کے اوصاف کو نشوونما بخشی، شورائی نظام پر نظام مملکت استوار کیا۔ دین میں جبر و اکراہ کا خاتمہ کر دیا۔ محض کافر ہونے کی وجہ سے وہ باعثِ نفرت نہیں ہو سکتا بلکہ اہلِ کتاب عورتوں کے ساتھ ازدواجی تعلقات استوار کرنے کی اجازت بھی دی گئی ہے۔ الغرض اسلام رواداری، تحمل اور بردباری کا حامل ہے اور یہ ایسی دنیا بسانا چاہتا ہے جو ظلم و ستم، بغض و کینہ اور حسد و تنگ نظری کے جذبات سے پاک ہو اور نوع بشر کے لئے امن و سلامتی اور پیار و محبت کا گہوارہ ہو۔

اس اَمر کا اعتراف ایک مغربی مفکر یوں کرتا ہے :

"Aside from their military merits, their strength included extraordinary artistic sensitivity in literature, architecture and symbolic imagery : a commitment to justice for all, no matter how weak, a tolerance for non-believers that was unusual for its time …. In economic and administrative affairs, the Ottomans had a far more efficient tax system and better control of their provincial authorities than any European government of the fourteenth through sixteenth centuries[4]"

" عسکری خوبیوں کے علاوہ ان کی طاقت ادب میں غیر معمولی فنی احساسات، فن تعمیر و علامتی تصویر کشی، سب کے لئے انصاف کے قیام چاہے کوئی کتنا ہی کمزور کیوں نہ ہو، غیر مسلموں کے لئے رواداری اور برداشت جو کہ اس زمانے میں نہ ہونے کے برابر تھیں، پر مشتمل تھی۔ معاشی اور انتظامی معاملات میں عثمانیوں کا ٹیکسوں کا نظام بہت زیادہ کامیاب تھا اور انہیں چودھویں سے سولہویں صدی تک کی یورپی حکومتوں کی نسبت اپنے صوبوں پر بہتر کنٹرول حاصل تھا۔"

جدید سائنس و ٹیکنالوجی کا فقدان:

مسلمانوں کی تنزلی کی سب سے بڑی وجہ جدید اور اسلامی علوم سے دوری ہے اس زوال سے عروج کی طرف سفر علمی ترقی کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ علم ہی کی بدولت دیگر اقوام کا ہر میدان میں مقابلہ کیا جا سکتا ہے اور اسی کی بدولت سیاسی و سماجی اور معاشی و معاشرتی ترقی کی دوڑ میں ان سے آگے بڑھ سکتے ہیں۔ مسلم ریاستوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی عوام کو جدید سائنسی و ٹیکنالوجی علوم سے آراستہ کریں تاکہ وہ قدرتی وسائل سے استفادہ کر کے ترقی یافتہ ممالک کا مقابلہ کر سکیں۔ تمام مسلمان ممالک میں مجموعی طور پر سائنسی علوم اور صنعتی ترقی کی طرف توجہ نہیں دی جا رہی۔

عصر حاضر میں نوجوانوں کے عقائد کو شکوک و شبہات کو دور کرنے کے لیے لازم ہے کہ اسلامی تعلیمات کی سائنسی تفسیر کی جائے تاکہ سائنسی دلائل سے ان کو قلبی اطمینان ہو، اور نوجوان نسل کو مسلم سائنسدانوں کے کارناموں کے شناسا کیا جائے اور

یہ باور کرایا جائے کہ یہ آپ کی گمشدہ میراث ہے جس کو آپ کے آباء نے بویا تھا اب جب فصل پک کر تیار ہو گئی ہے تو غیر اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں اور ہم نے اسے پس پشت ڈال دیا ہے۔ عرصہ دراز سے کسی مسلم ریاست میں کوئی نامور سائنسدان پیدا نہیں ہوا اور نہ ہی کوئی نئی ایجاد ہوئی ہے۔ اس لیے ہم چھوٹی سے چھوٹی چیز کے لیے بھی اغیار کے محتاج ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم من حیث القوم غلط سمت پر چل رہے ہیں۔

اس امر کا اعتراف خود مغربی مفکرین بھی کرتے ہیں جوف شاخت (Joseph schacht) لکھتے ہیں:

"*There is no doubt that the Islamic sciences exerted a great influence on the rise of European science; and in this renaissance of knowledge in the west there was no single influence, but diverse ones; the main influence was of course, from Spain, then from Italy and Palestine through the crusaders, who had mixed with Muslims and seen the effect of sciences in Muslim culture*[5]"

"اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلامی علوم نے یورپی سائنس کے عروج پر بہت بڑا اثر ڈالا اور مغرب میں علم کی اس نشاۃ ثانیہ میں کوئی ایک اثر و رسوخ نہیں تھا، بلکہ مختلف اثرات تھے اس کا بنیادی اثر یقینا اسپین سے تھا، تب اٹلی اور فلسطین سے صلیبیوں کے توسط سے، جو مسلمانوں میں گھل مل چکے تھے اور مسلم ثقافت میں علوم کے اثر کو دیکھتے تھے "

جہاں تک مذہب کا معاملہ تھا اس نے تو ہمیں اس حقیقت سے آگاہ کر دیا کہ زمین و آسمان میں جتنی کائنات بکھری ہوئی ہے سب انسان کے لیے مسخر کر دی گئی ہے۔ اب یہ انسان کا کام ہے کہ وہ سائنسی علوم کی بدولت کائنات کی ہر شے اپنے بہتر سے بہتر انداز میں اپنے استعمال میں لائے۔

قرآن مجید کی پہلی وحی سائنس کا پیغام لے کر نازل ہوئی:

﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ﴾[6]

"(اے حبیب!) اپنے رب کے نام سے (آغاز کرتے ہوئے) پڑھیئے جس نے (ہر چیز کو) پیدا فرمایا اس نے انسان کو (رحمِ مادر میں) جونک کی طرح معلّق وجود سے پیدا کیا پڑھیئے اور آپ کا رب بڑا ہی کریم ہے جس نے قلم کے ذریعے (لکھنے پڑھنے کا) علم سکھایا جس نے انسان کو (اس کے علاوہ بھی) وہ (کچھ) سکھا دیا جو وہ نہیں جانتا تھا۔"

اس آیت کی ڈاکٹر طاہر القادری نے یوں تفسیر کی ہے:

"تاجدار رحمت ﷺ پر نازل ہونے والی پہلے وحی کی پہلی آیت نے اسلامی الٰہیات و اخلاقیات کی علمی بنیاد فراہم کی، دوسری آیت نے حیاتیات اور جینیات کی سائنسی اساس بیان کی، تیسری آیت نے انسان کو اسلامی عقیدہ و فلسفہ حیات کی طرف متوجہ کیا، چوتھی آیت نے فلسفۂ علم و تعلیم اور ذرائع علم پر روشنی ڈالی اور پانچویں آیت نے علم و معرفت، فکر و فن اور فلسفہ و سائنس کے تمام میدانوں میں تحقیق و جستجو کے دروازے کھول دیئے۔"[7]

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے وقت عیسائیت، رہبانیت کی اور افلاطونیت عیش و عشرت کی تعلیم دے

رہی تھی۔ اگر یہ دونوں رجحان اسی طرح پنپتے رہتے تو سائنس اور علم کا خاتمہ ہو جاتا۔ لیکن اسلام نے ان رجحانات کی سمت تبدیل کر دی اور حصولِ علم اور انسانی قوتِ مشاہدہ کو بروئے کار لانے پر زور دیتے ہوئے موجودہ تجرباتی سائنس کی بنیاد رکھی۔ مناظرِ فطرت کا مطالعہ کرنے کی دعوت دی اور اولادِ آدم کو بیرونی دنیا میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں تلاش کرنے کی طرف راغب کیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

"اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِى الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّاءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ"[8]

"بیشک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور رات دن کی گردش میں اور ان جہازوں (اور کشتیوں) میں جو سمندر میں لوگوں کو نفع پہنچانے والی چیزیں اٹھا کر چلتی ہیں اور اس (بارش) کے پانی میں جسے اللہ آسمان کی طرف سے اتارتا ہے پھر اس کے ذریعے زمین کو مُردہ ہو جانے کے بعد زندہ کرتا ہے (وہ زمین) جس میں اس نے ہر قسم کے جانور پھیلا دیئے ہیں اور ہواؤں کے رُخ بدلنے میں اور اس بادل میں جو آسمان اور زمین کے درمیان (حکمِ الٰہی کا) پابند (ہو کر چلتا) ہے (ان میں) عقلمندوں کے لئے (قدرتِ الٰہی کی بہت سی) نشانیاں ہیں۔"

حضور ﷺ نے سائنس سمیت ہر قسم کے علوم وفنون کے حصول پر زور دیتے ہوئے فرمایا :

"الحكمة ضالة المؤمن فحيث وجدها فهو أحق بها"[9]

"حکمت (یعنی علم) مومن کی گم شدہ میراث ہے جہاں اسے پائے وہ اس کا دوسروں کی نسبت زیادہ حق دار ہے۔"

ان حقائق سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات نے جدید سائنس اور انقلابات پر کس طرح گہرے نقوش چھوڑے ہیں۔

معاشی دباؤ:

عصر حاضر میں مسلم ریاستوں کو بہت سے اقتصادی چیلنجز کا سامنا ہے بحیثیت مجموعی معاشی طور پر کمزور ہیں، مسلم ریاستوں میں کم فی کس آمدنی، وسیع البنیاد غربت، وسائل کی ناقص تقسیم، اونچے درجے کی ناخواندگی، ناقص تربیت یافتہ افرادی طاقت، وسیع پیمانہ پر بے روزگاری، بدعنوانی، وسائل کا غلط استعمال، بیرونی قرضوں اور غیر ملکی امداد پر انحصار جیسے مسائل کا سامنا ہے۔ کسی بھی ریاست کی معاشی ترقی کے لیے ریاست کی مالی پالیسی اہمیت کی حامل ہوتی ہے، اسلامی ریاستوں میں معاشی مساوات کا فقدان ہے، رعایا زندگی کی بنیادی سہولیات سے محروم ہے تعلیم، صحت، رہائش اور روزگار کے لیے مغربی دنیا کی طرف دیکھ رہی ہے اور مسلم حکمران اپنی عیاشیوں میں مصروف ہیں۔ معاشی تفاوت دن بدن بڑھتا جارہا ہے امیر امیر تر ہوتا جارہا ہے اور غریب غریب تر، جس کی وجہ سے سماجی طور پر بہت سے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ ان مسائل کے حل کے لیے بین الاقوامی طور پر جو کوششیں کی جاتی ہیں ان کا مقصد ڈاکٹر برہان احمد فاروقی یوں بیان کرتے ہیں :

"جتنے بین الاقوامی معاشی منصوبے بنائے جاتے ہیں، ان میں نعرہ، انسان دوستی کا ہوتا ہے اور اپنے مفاد کی خاطر معاشی اعتبار سے کمزور اقوام اور کم تر ممالک کی معیشت کو درہم برہم کرکے استحصال کے لیے انہیں اپنی مضبوط

گرفت میں رکھنا مقصود ہوتا ہے"[10]

"اسلام نے معاشرے میں معاشی افراط و تفریط کے خاتمے کے لیے پورا نظام دیا ہے۔ حضور ﷺ صحابہ کرام کے ساتھ مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے اور ریاست مدینہ کی بنیاد رکھی ،اس کے بعد مسلمانوں کو درپیش سب سے بڑا مسئلہ ،معاشی مسئلہ تھا، حضور نبی اکرم ﷺ نے اسلامی ریاست مدینہ کے قیام کے بعد نظام اسلامی کے نفاذ کے سلسلے کا پہلا قدم ہی یہی اٹھایا جو تاریخ میں "مواخات مدینہ "کے نام سے معروف ہے"[11]

قرآن میں اِرتکازِ دولت کی مذمت یوں بیان کی گئی ہے :

"وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْم"[12]

"اور جو لوگ سونا اور چاندی کا ذخیرہ کرتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو انہیں دردناک عذاب کی خبر سنادیں۔"

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ضرورت سے زائد مال کو ضرورت مندوں تک پہنچانے کا حکم فرمایا ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

"إنّ رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم نظر إلى رجل يصرف راحلته في نواحى القوم فقال النبيّ صلى الله عليه وآله وسلم : من كان عنده فضل ظهر فليعد به على من لا ظهر له ومن كان له فضل زاد فليعد به على من لا زاد له حتّى رأينا أن لا حق لأحد منّا في فضل"[13]

" حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جو اپنی سواری کو ایک آبادی کی طرف موڑ رہا تھا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کے پاس زائد سواری ہو وہ اس زائد سواری کو اس شخص کو دے دے جس کے پاس سواری نہ ہو اور جس کے پاس خوراک کا ذخیرہ ہے وہ ایسے شخص کو دے دے جس کے پاس کھانے کو نہیں حتیٰ کہ ہم یہ خیال کرنے لگے کہ ہم میں سے کسی کو زائد مال پر کوئی اختیار نہیں۔"

اسلامی ریاست میں زکوٰۃ و عشر، خمس، صدقات، کفارات، وراثت اور وصیت گردش دولت اور امداد باہمی کے اہم ذرائع ہیں جن سے مال گردش کرتا رہتا ہے۔ حضور ﷺ نے معاشرے کے تمام افراد کو مساوی بنیادوں پر حق معاش دینے کا حکم دیا:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

"من كان عنده فضل ظهر فليعد به على من لا ظهر له و من كان عنده فضل زاد فليعد به على من لا زاد له فقال: ذكر اصناف المال حتىٰ راينا انه لا حق لاحد منا فى الفضل"[14]

"جس شخص کے پاس ضرورت سے زائد سواری ہے وہ اسے لوٹا دے جس کے پاس ضروت کی سواری نہیں۔ جس کے پاس ضروت سے زائد کھانا اور سامان ہے وہ اس کو دے دے جس کے پاس ضرورت کا کھانا نہیں۔اسی طرح حضور ﷺ نے متعدد اصناف مال کا ذکر فرمایا۔ حتیٰ کہ ہم نے گمان کیا کہ زائد از ضرورت کسی شے میں بھی ہمارا حق نہیں ہے۔"

آج کل ہمارے حکمران اپنی عیاشیوں پر ریاست کے اخراجات میں سے طرح طرح کے الاؤنسز کے نام سے بے جا خرچ کرتے ہیں اسی سوچ کو ختم کرنے کے لیے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں حکومتی سطح پر تمام عہدیداروں کو معاشی اسراف سے سختی سے منع فرمایا، امام بخاری روایت کرتے ہیں:

"ان عمر بن الخطاب كتب الى عماله ان لا تطيلوا بناكم فانه من شر ايامكم"[15]

"حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت کے امراء اور افسروں کو یہ تحریری ہدایت جاری فرمائی کہ وہ اپنی رہائش گاہیں بلند و بالا نہ بنائیں کہ ایسا عمل بدترین دور کی علامت ہے۔"

دہشتگردی کا الزام:

آج تمام مسلم ممالک افغانستان اور عراق و فلسطین پر دہشتگردی کی بارش برسائی جارہی ہے، کشت و خون اور ظلم و بربریت کا یہ سارا کھیل مسلمان قوم کے ساتھ ہی کیوں خاص ہے؟ دہشت گردی کے جو واقعات پیش آرہے ہیں یا جنھیں کسی مقصد کے تحت برپا کیا جارہا ہے ان کی تہہ تک منصفانہ طور پر پہنچنے کے بجائے بے قصور مسلمانوں اور مسلم تنظیموں کے سر کیوں تھوپ دیا جاتا ہے؟ مصنوعی واقعات کے جھوٹے الزام میں کہیں سے کسی وقت بھی مسلم نوجوانوں کو کیوں اٹھالیا جاتا ہے انھیں طرح طرح کے بھیانک الزامات و مقدمات کے سہارے جیلوں کی سلاخوں کے پیچھے کیوں ستایا جاتا ہے۔ مسلمانوں کے ساتھ درندگی و درماندگی کا سلوک اور یہ وحشیانہ رویّہ کیوں اپنایا جاتا ہے؟

مغربی دنیا میں میڈیا عالم اسلام اسلام کے حوالے سے صرف شدت پسندی اور دہشت گردی کے اقدامات و واقعات کو ہی ہائی لائیٹ کرتا ہے اور اسلام کے مثبت پہلو، حقیقی پر امن تعلیمات اور انسان دوست فلسفہ و طرز عمل کو قطعی طور پر اجاگر نہیں کرتا۔ حتیٰ کہ خود عالم اسلام میں دہشت گردی کے خلاف پائی جانے والی نفرت، مذمت اور مخالفت کا سرے سے تذکرہ بھی نہیں کرتا۔ جس کے نتیجے میں منفی طور پر اسلام اور انتہا پسندی و دہشت گردی کو باہم بریکٹ کر دیا گیا ہے اور صورتحال یہ ہے کہ اسلام کا نام سنتے ہی مغربی ذہنوں میں دہشت گردی کی تصویر ابھرنے لگتی ہے۔ اس سے نہ صرف مغرب میں پرورش پانے والی مسلم نوجوان نسل انتہائی پریشان، متذبذب اور اضطراب انگیز ہیجان کا شکار ہے بلکہ پورے عالم اسلام کے نوجوان اعتقادی، فکری اور عملی لحاظ سے متزلزل اور ذہنی انتشار میں مبتلا ہو رہے ہیں۔

مزید ایسے حالات عالم اسلام اور مغرب کے درمیان تناؤ اور کشیدگی میں مزید اضافہ کرتے جارہے ہیں اور دہشت گردی کے فروغ سے مسلم ریاستوں میں مزید دخل اندازی اور ان پر دباؤ بڑھائے جانے کا راستہ بھی زیادہ سے زیادہ ہموار ہوتا جارہا ہے۔ پھر یہ خلیج عالمی سطح پر انسانیت کو نہ صرف بین المذاہب مخاصمت کی طرف دھکیل رہی ہے بلکہ عالمی انسانی برادری میں امن و سکون اور باہمی برداشت و رواداری کے امکانات بھی معدوم ہوتے جارہے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ دہشت گردی، کا لیبل اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ چسپاں کرنے کا کھیل عالمی سازش کا حصہ ہے۔ اس فریضہ کو ادا کرنے کے لیے خود اسلامی ممالک اور دیگر ممالک کی مسلم دشمن تنظیمیں پورے شدومد کے ساتھ اس کو اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ جوڑنے کی کوشش کررہی ہیں اور وہ اسلام کو "دہشت گرد" مذہب اور مسلمانوں کو "دہشت گرد" قوم ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

"دہشت گردی کے قومی، علاقائی اور بین الاقوامی اسباب میں عالمی سطح پر بعض معاملات میں مسلمانوں کے ساتھ

ناانصافی، بعض خطوں میں بالادست طاقتوں کے دُہرے معیار اور کئی ممالک میں شدت پسندی کے خاتمے کے لیے طویل المیعاد جارحیت جیسے مسائل بنیادی نوعیت کے ہیں۔ اس صورت میں ہمیں عالمی برادری کو اس بات کا احساس دلانا ہوگا کہ مسلمانوں کے ساتھ غیر مناسب رویہ اور سلوک ختم کرکے دہشت گردی کی آگ کو ٹھنڈا کیا جا سکتا ہے۔ فلسطین، کشمیر، افغانستان، عراق، چیچنیا اور دیگر غیر ترقی پذیر اسلامی ممالک میں عالم مغرب کو اپنا دوہرا معیار ختم کرنا ہوگا۔ ملکی اور عالمی سطح پر ایسے تمام محرکات کا خاتمہ ہونا چاہیے جن سے عوام الناس ابہام کا شکار ہوتے ہیں اور دہشت گردی کے پیچھے کارفرما خفیہ قوتوں کو تقویت ملتی ہے۔"[16]

حالانکہ اِسلام محبت کا دین ہے۔ یہ تمام اَقوام اور معاشروں کو اَمن اور بھائی چارے کا پیغام دیتا ہے اور تمام بنی نوع اِنسان کے لیے باہمی اُخوت و محبت، تعظیم و تکریم اور باہمی عدل و اِنصاف کی تلقین کرتا ہے۔اِسلام خود بھی اَمن و سلامتی کا دین ہے اور دوسروں کو بھی اَمن و عافیت کے ساتھ رہنے کی تلقین کرتا ہے۔ اِسلام کے دینِ اَمن و سلامتی ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بھیجے ہوئے دین کے لیے نام ہی "اِسلام" پسند کیا ہے۔ ارشاد فرمایا:

"اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللہِ الْاِسْلَامُ"[17]

"بے شک دین اللہ کے نزدیک اِسلام ہی ہے۔"

ایک شخص نے حضور نبی اکرم صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! کون سا اسلام افضل ہے؟آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"مَنْ سَلِمَ النَّاسُ مِنْ لِّسَانِهِ وَيَدِهِ"[18]

"(اُس شخص کا اِسلام سب سے بہتر ہے) جس کی زبان اور ہاتھ سے تمام لوگ محفوظ رہیں۔"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مؤمن کی تعریف ان الفاظ میں کی:

"اَلْمُؤمِنُ مَنْ أَمِنَهُ النَّاسُ عَلٰى دِمَائِهِمْ وَامْوَالِهِمْ"[19]

"مومن وہ ہے کہ جس کے پاس لوگ اپنے خون (یعنی جان) اور مال کو محفوظ سمجھیں۔"

اتحاد واتفاق کا خاتمہ:

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ قوموں کے عروج وزوال، اقبال مندی و سربلندی، ترقی و تنزلی میں اتحاد و اتفاق، باہمی اخوت و ہمدردی اور آپسی اختلاف و انتشار، تفرقہ بازی،اور باہمی نفرت و عداوت کا بہت بڑا رول ہے۔ عصر حاضر میں مسلمان جس قدر ذلیل و خوار اور رسوا ہے شاید اس سے پہلے کسی دور میں رہا ہو اور جتنا کمزور آج کا مسلمان ہے شاید ہی اتنا کمزور کبھی رہا ہو۔یہی وجہ ہے کہ آج کے دور میں مسلمانوں کی بین الاقوامی طور پر کوئی اہمیت نہیں ہے ۔ اخر امت مسلمہ اس مصیبت کا شکار کیوں ہے؟

اس کی بہت ساری وجوہات ہو سکتی ہیں مگران میں سب سے اہم اور اصل وجہ آپسی اختلاف و انتشار اور تفرقہ بازی ہے یہی وہ بیماری ہے جس نے آج مسلمانوں کو مفلوج کر رکھا ہے اور جس کی وجہ سے آج اغیار مسلم ریاستوں پر غالب ہوتے جا رہے ہیں۔ آج امت اسلامیہ کا ایک عظیم المیہ یہ ہے کہ وہ ایک اللہ ایک رسول اور ایک قرآن کے حامل ہونے کے باوجود افتراق و

انتشار کے شکار ہیں ہمیں اپنے اسلاف سے اتحاد اتفاق اور باہمی یگانگی کی جو میراث ملی تھی ہم نے اسے پس پشت ڈال دیا ہے اوراس کے برعکس آج دوسری قومیں متحد و متفق ہو کر اپنے جائز و ناجائز مقاصد کے حصول میں کوشاں نظر آرہی ہیں۔

"گنواں دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی ثریا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا"

تعصّبات کا شکار:

آج ہمارے مسائل کی بنیادی جڑ یہ ہے کہ ہمارا معاشرہ، نسل پرستی، علاقائی، لسانی اور فرقہ وارانہ تعصّبات کا شکار ہو کر باہم دست و گریباں ہے۔ علاقائی و لسانی تقسیم اور دشمن کی سازشوں اور ریشہ دوانیوں کی وجہ سے ہم اپنا ایک بازو گنوا چکے ہیں، اس کے باوجود ہماری سیاسی و مذہبی قیادت اپنے مذموم مقاصد کی خاطر قوم کو مختلف طبقات میں تقسیم در تقسیم کیے جارہی ہے۔

قرآن مجید میں مسلمانوں کو متعدد بار اس بات کی تلقین کی گئی کہ آپسی اختلافات کو ختم کرکے متحد و متفق ہو جاؤ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَاعْتَصِمُواْ بِحَبْلِ اللهِّ جَمِيعًا وَلاَ تَفَرَّقُواْ"[20]

"اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ مت ڈالو۔"

مفسرین کے نزدیک "حبل اللہ" سے مراد کتاب اللہ اور سنت رسول ہے۔ لہٰذا امت محمدیہ کے پاس کتاب اللہ اور سنت رسول کی شکل میں اتحاد و اتفاق کی دو مضبوط بنیادیں موجود ہیں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا

"ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بهما کتاب الله و سنه رسوله"[21]

"میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں جب تک ان دونوں چیزوں کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے کبھی گمراہ نہیں ہوگے اور وہ کتاب اللہ اور رسول کی سنت ہے۔"

"إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُواْ دِينَهُمْ وَكَانُواْ شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللهِّ ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُواْ يَفْعَلُونَ"[22]

"بیشک جن لوگوں نے (جدا جدا راہیں نکال کر) اپنے دین کو پارہ پارہ کر دیا اور وہ (مختلف) فرقوں میں بٹ گئے، آپ کسی چیز میں ان کے (تعلق دار اور ذمہ دار) نہیں ہیں، بس ان کا معاملہ اللہ ہی کے حوالے ہے پھر وہ انہیں ان کاموں سے آگاہ فرمادے گا جو وہ کیا کرتے تھے"

اللہ تعالیٰ نے آپسی اختلاف و انتشار اور فخر و غرور کو مشرکوں کا شیوہ قرار دیتے ہوئے فرمایا:

"وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ-مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ"[23]

"اور مشرکوں میں سے مت ہو جاؤ۔ ان (یہود و نصاریٰ) میں سے (بھی نہ ہونا) جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور وہ گروہ در گروہ ہو گئے، ہر گروہ اسی (ٹکڑے) پر اتراتا ہے جو اس کے پاس ہے"

جب انسان اتحاد و اتفاق کو طاق نسیاں میں رکھ کر گروہوں اور ٹولیوں میں بٹ جاتا ہے، تو ان کا انجام کیا ہوتا اور کس طرح سے انہیں اس کا نتیجہ ملتا ہے اس کی وضاحت کرتے ہوئے اللہ نے فرمایا:

"وَأَطِيعُواْ اللّهَ وَرَسُولَهُ وَلاَ تَنَازَعُواْ فَتَفْشَلُواْ وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَاصْبِرُواْ إِنَّ اللّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ"[24]

"اور اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑا مت کرو ورنہ (متفرق اور کمزور ہو کر) بزدل ہو جاؤ گے اور (دشمنوں کے سامنے) تمہاری ہوا (یعنی قوت) اکھڑ جائے گی اور صبر کرو، بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"

پیغمبر آخر الزماں ﷺ کی جانب سے اہل ایمان کے درمیان اتحاد واتفاق کو باقی رکھنے کے لئے متعدد فرامین وارد ہوئے ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ کو اپنی امت میں اختلاف بے حد ناگوار تھا، اس لیے سابقہ امتوں کی مثالیں دے کر باہمی افتراق و اختلاف سے ڈرایا کرتے تھے۔[25]

عموماً اتحاد ملت کا ایک نظریہ یوں پیش کیا جاتا ہے کہ ہر شخص کو اپنے مسلک پر عمل کرنے کی پوری آزادی ہو اور بنیادی طور پر تمام مسلک اور فرقوں کی بقاء و تحفظ کے ساتھ ساتھ مسلمان ایک پلیٹ فرم پر جمع ہو جائیں، پہلے آپسی فرقہ بندیوں کو ختم کیا جائے اور قرآن وسنت کو اپنا آئیڈیل و مشعل راہ بناتے ہوئے سب سے پہلے امت مسلمہ اپنے عقائد و نظریات میں یکجہتی پیدا کرے اور جب عقائد و نظریات درست ہو جائیں گے تو پھر فطری طور مسلمانوں میں اتحاد اتفاق کا پیدا ہو نا لازمی امر ہے۔

قابلِ غور اَمر یہ ہے کہ امت مسلمہ تعصّبات، فرقہ وارانہ تضادات اور کشمکش واِختلاف کی موجودگی میں اِنتہا پسندی اور دہشت گردی کا شکار ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلم معاشروں سے فرقہ وارانہ تعصّبات، لسانی وعلاقائی تفاخراور تکفیریت پر مبنی نعروں کی سختی سے حوصلہ شکنی کی جائے اور فرقہ واریت پھیلانے والے جملہ عناصر کی سرکوبی کی جائے تاکہ معاشرے میں اتحاد ویگانگت کی فضا قائم ہوسکے۔

غیر مستحکم سیاسی نظام:

عصر حاضر میں پوری امت مسلمہ سیاسی طور پر مغربی دباؤ کا شکار ہے مغرب سیاسی طور پر ہر مسلم ریاست کو فتح کرنا چاہتا ہے۔اسلام کی ماضی کی تاریخ کو دیکھا جائے تو بغداد کی تباہی ایک سیاسی حملہ ہے،اسپین مین مسلمانوں کی تباہی بھی ایک سیاسی واقعہ ہے اسی طرح کے دباؤ کا سامنا آج کی مسلم ریاستوں کو ہے۔ قومی فلاح و بہبود، ملی اتحاد ویکجہتی اور ملکی استحکام و سالمیت کے لئے سیاسی ہم آہنگی کا قیام وقت کا اہم تقاضا ہے۔ عالم اِسلام اس وقت معتبر اور دور اندیش قیادت سے محروم ہے اور بیشتر اِسلامی ممالک کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا نہیں کیا جا سکا جس کی وجہ آج اُمتِ مسلمہ کی کشتی طوفانوں میں گھری ہوئی ہے۔ عالم اِسلام کو اپنے مسائل کو عالمی برادری کے سامنے پیش کرنے کے لیے مؤثر، معتبر اور سنجیدہ قیادت کی ضرورت ہے۔ کیونکہ سیاسی قیادت کی نااہلی اور محاذ آرائی پر مبنی سیاست جہاں قومی ترقی کی راہ میں رکاوٹ بنتی ہوئی ہے وہاں ملکی سالمیت کے لئے بھی خطرے کا باعث ہے۔ اس سیاسی ابتری کے خاتمہ کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔

خواتین کے حقوق:

عورت جو گھر کی زینت ہوتی ہے اور قدرت نے گھریلو ذمہ داری سونپی ہے، عصر حاضر میں ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت مسلم عورتوں کو آزادی کے نام پر گھروں سے باہر نکالا جارہا ہے اور انہیں بے راہ روی و فحاشی کی طرف دھکیلا جارہا ہے۔اسی

نام نہاد آزادی کے نتائج مغرب میں دیکھے جائیں تو پتا چلتا ہے اسی آزادی کی وجہ سے ان کے خاندان بکھر کر جانوروں کی سی بے سہارا زندگی گزارنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ اگر اسلام سے قبل کے حالات کا جائزہ لیا جائے تو عورت کے حقوق کو پامال کیا جاتا تھا اور عورت کو مال و جائیداد میں حصہ دار نہیں بنایا جاتا تھا۔ اسلام نے تاریخ انسانی میں پہلی مرتبہ عورت کو وراثت میں شامل کیا۔

قرآن میں ارشاد ہے :

"وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِی عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ"[26]

"اور دستور کے مطابق عورتوں کے بھی مردوں پر اسی طرح حقوق ہیں جیسے مردوں کے عورتوں پر۔"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

"استوصوا بالنّساء خیراً"[27]

"عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔"

دور جدید بڑے فخر سے یہ بات کرتا ہے کہ اس نے عورت کو مرد کے برابر حقوق دلوائے ہیں لیکن حقیقت پسندانہ نظر سے دیکھا جائے تو عہد نبوی میں عورت کو ظلم کی زنجیروں سے آزاد کیا گیا تھا۔ اسلام نے نہ تو عورت کے ساتھ ظلم کیا کہ عورت کو بنیادی حقوق بھی نہ دیئے جائیں اور نہ اتنا آزاد کیا ہے کہ وہ مردوں کے حقوق اپنے نام کرنا شروع کر دے بلکہ اسلامی تعلیمات نے حکمت کے تحت عورت کو وہ تمام حقوق دیے جن کی اسے ضرورت تھی۔

دین و دنیا میں اعتدال:

عصر حاضر میں لوگوں کے ذہنوں میں پائی جانے والی غیر معتدل سوچ نے پورے نظام زندگی کو الجھا کے رکھ دیا ہے ۔بہت سے لوگ آج بھی فکری طور پر افراط و تفریط کا شکار ہیں ایک طبقہ جو اسلامی تعلیمات کو قدیم سوچ کا طعنہ دیتا ہے اور دوسرا طبقہ جدید اور سائنسی تعلیم کو کفر کی تعلیم قرار دیتا ہے۔ ایک طبقہ ایسا ہے جو دنیا معاملات سے دور رہ کر زندگی گزارنے کی تعلیم دیتا ہے اور دوسرا طبقہ دینی علوم کو مسجد و مہراب تک محدود رکھنا چاہتا ہے۔

حضور ﷺ نے مدینہ میں ایک ایسا معاشرہ وجود میں لایا جو قول و فعل میں افراط و تفریط سے حتی الوسع دور تھا۔ اس دور میں جہاں دین کے لیے اپنے جان و مال کی قربانی دی جاتی تھی وہاں اپنے اہل و عیال کے فرائض سے دور بھی نہیں تھے، جہاں رات اللہ کے حضور عبادات میں آہ وزاری کرتے تھے تو صبح کو اپنی دنیاوی مہمات کو بھی جاری رکھتے تھے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے دین اور دنیا کا ساتھ لے کے چلنے کا حکم دیا فرمایا :

"وَابْتَغِ فِيمَآ اٰتٰکَ اللهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَکَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ کَمَآ اَحْسَنَ اللهُ اِلَيْکَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِی الْاَرْضِ اِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ"[28]

"اور تو اس (دولت) میں سے جو اللہ نے تجھے دے رکھی ہے آخرت کا گھر طلب کر، اور دنیا سے (بھی) اپنا حصہ نہ بھول اور تو (لوگوں سے ویسا ہی) احسان کر جیسا احسان اللہ نے تجھ سے فرمایا ہے اور ملک میں (ظلم، ارتکاز اور استحصال کی صورت میں) فساد انگیزی (کی راہیں) تلاش نہ کر، بیشک اللہ فساد بپا کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔"

"وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ"[29]

"اور دنیوی زندگی کھیل اور تماشے کے سوا کچھ نہیں اور یقینا آخرت کا گھر ہی ان لوگوں کے لئے بہتر ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں، کیا تم (یہ حقیقت) نہیں سمجھتے۔"

عسکری ودفاعی کمزوری:

اسلام امن وسلامتی والا دین اور حقیقی امن کا قیام اس کا بنیادی مقصد ہے۔اسلام بلا وجہ کسی سے جنگ کی اجازت نہیں دیتا لیکن اپنے دفاع کے لیے ہر وقت تیار رہنے کا حکم دیتا ہے کیونکہ کوئی بھی قوم حقیقی امن اس وقت لا سکتی ہے یا ظلم کا خاتمہ اس وقت کر سکتی ہے جب اس کی اپنی دفاع مضبوط ہو۔آج مجموعی طور پر تمام مسلم ریاستیں ایٹمی طاقت سے محروم ہیں سوائے پاکستان کے۔آج کے دور مسلم ریاستوں کی بے حسی، بے بسی، کمزوری اور غیر مؤثر قوت ہونے کا بنیادی سبب یہ ہے کہ امت مسلمہ اندرونی مسائل میں مشغول ہو کر دفاع سے غافل ہو گئی ہے جدید عسکری نظام اور دفاعی امور سے بے اعتنائی برت رہی ہے۔ حالانکہ قرآن مجید کا حکم یہ تھا:

"وَأَعِدُّواْ لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدْوَّ اللّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِن دُونِهِمْ لاَ تَعْلَمُونَهُمُ اللّهُ يَعْلَمُهُمْ وَمَا تُنفِقُواْ مِن شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللّهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لاَ تُظْلَمُونَ"[30]

"اور (اے مسلمانو!) ان کے (مقابلے کے) لئے تم سے جس قدر ہو سکے (ہتھیاروں اور آلاتِ جنگ کی) قوت مہیا کر رکھو اور بندھے ہوئے گھوڑوں کی (کھیپ بھی) اس (دفاعی تیاری) سے تم اللہ کے دشمن اور اپنے دشمن کو ڈراتے رہو اور ان کے سوا دوسروں کو بھی جن (کی چھپی دشمنی) کو تم نہیں جانتے، اللہ انہیں جانتا ہے، اور تم جو کچھ (بھی) اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے تمہیں اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور تم سے ناانصافی نہ کی جائے گی۔"

سید واجد رضوی لکھتے ہیں:

"حضور نبی اکرم ﷺ کی زندگی سے جہاں ہمیں دنیا کے دوسرے شعبوں میں رہنمائی ملتی ہے وہاں عسکری ودفاعی لحاظ سے بھی ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔ عسکری اور فوجی لحاظ سے جو اقدامات ضروری ہیں اور جس سازوسامان اور اسلحے کی ضرورت پیش آ سکتی ہے،اس لحاظ سے جدید ترین اسلحے کے حصول، مجاہدین اسلام کی دینی و عسکری تربیت، دفاعی اور جنگی حکمت عملی، جدید اسلحہ سازی، دفاعی امور پر بھرپور توجہ اور اس کا حصول یہ بھی آپ ﷺ کی عسکری زندگی اور سیرت طیبہ کا اہم حصہ رہا ہے چنانچہ اہم دفاعی اور جنگی امور مثلاً اندرونی استحکام، فوجی تربیت، نوعیت جنگ کا درست اندازہ، مادی وسائل کی فراہمی، تیاری اسلحہ، اسلحے کے استعمال کی تعلیم، جنگی اور دفاعی منصوبہ بندی، میدانِ جنگ کے نقشے کی ترتیب، غور کردہ اقدام، حکمت عملی اور تدبر، جنگی کمانڈروں کا انتخاب وغیرہ پر آپ ﷺ کی بھرپور نظر رہتی تھی اور آپ ﷺ ان کا پورا اہتمام فرماتے تھے"[31]

اخلاقی وروحانی پستی:

آج امت مسلمہ پر فرض عائد ہوتا ہے کہ ان اعلیٰ اخلاقی اقدار کو مل جل کر فروغ دے، جو اسلاف سے اس نے میراث میں پائی تھی اور جسے وہ اب کافی حد تک گنوا بیٹھی ہے اور جو تمام آسمانی مذاہب میں مشترک ہیں، صداقت ،امانت

،دیانت،ایفائے عہد، انصاف، باہمی محبت، شفقت اور تعظیم کی صفات نہ صرف اس کے اندر پیدا ہو جائیں بلکہ ان کے فروغ کے لیے ہر مسلمان انفرادی سطح پر بھی ان کا عملی نمونہ بن جائے۔ ہر مومن ان اوصاف حمیدہ کا اس طرح مظاہرہ کرے کہ دوسروں کے دلوں میں اس کے خلاف بھری کدورت نہ صرف نکل جائے بلکہ وہ از خود اس طرف کھچے چلے جائیں۔[32]

حضور ﷺ کی ذات مقدسہ اخلاق حسنہ کے اعلیٰ درجہ پر فائز تھی آپ ﷺ نے ہر قسم کی حالت میں اخلاق کا دامن نہیں چھوڑا، خود بھی عمل کیا اور اپنے ماننے والوں کو بھی تلقین کی:

"عن عبد الله بن عمرو رضی الله عنهما عن رسول الله ﷺ قال : إنّ الله لا يحبّ الفاحش ولا التفحش والّذي نفس محمد بيده لا تقوم السّاعة حتّى يظهر الفحش والتفحش وقطيعة الرحم وسوء المجاورة ويخون الأمين ويؤتمن الخائن"[33]

"حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بدکاری اور بدکلامی کو ناپسند فرماتا ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! قیامت اس وقت تک قائم نہ ہو گی جب تک کہ بدکاری، بدزبانی، قطع رحمی اور برے ہمسائے عام نہ ہو جائیں۔ امانت دار کو خیانت کار اور خائن کو امانت دار نہ قرار دیا جانے لگے گا۔"

جنسی زیادتی و تشدد:

جنسی زیادتی و تشدد کے واقعات دن بدن بڑھتے جا رہے ہیں، خاص طور پر اس کا شکار چھوٹے بچے اور بچیاں ہوتی ہیں۔ جنسی واقعات کے اسباب و وجوہات پر غور کیا جائے تو اس کی ایک بہت بڑی وجہ شادی میں دیر کرنا۔ اسلام نے جنسی زندگی کو باقاعدہ نظم دینے اور اسے اخلاقی بے راہ روی سے بچانے کے لئے نکاح کا شرعی تصور اور ازدواج کا باقاعدہ نظام دیا ہے۔ جس کے ذریعے انسانیت کو جنسی مسئلہ کا نہایت مناسب حل میسر آگیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نکاح کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

"فَانكِحُواْ مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلاَثَ وَرُبَاعَ"[34]

"تو ان عورتوں سے نکاح کرو جو تمہارے لئے پسندیدہ اور حلال ہوں، دو دو اور تین تین اور چار چار (مگر یہ اجازت بشرطِ عدل ہے)۔"

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح کی اہمیت ان الفاظ میں بیان فرمائی:

"من تزوج أحرز نصف دينه"[35]

"جس نے شادی کی اس نے اپنا آدھا دین بچالیا۔"

نوجوان نسل ذہنی دباؤ کا شکار:

آج نوجوان مختلف طرح کی معاشی و سماجی پریشانیوں کا شکار ہیں، اسلام نے نوجوانوں میں پریشان خیالی کے خاتمہ کے لئے روحانی، ذہنی اور جسمانی سرگرمیوں کی صورت میں مثبت طرز فکر عطا کیا تاکہ ان کی سیرت و کردار کو انتشار سے بچا کر محبت و عبادت الٰہی، اور تقویٰ و پرہیزگاری کی زندگی سے ہمکنار کیا جائے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نوجوانوں کو پریشان خیالی اور بے راہ روی سے بچانے کے لئے روحانی فکر و عمل کے سانچے میں ڈھالنے کی تلقین فرمائی اور اس کے لئے موثر ہدایات و

تعلیمات عطافرمائیں۔

"أدبوا أولادكم على ثلاث خصال حبّ نبيكم وحبّ أهل بيته وقرأة القرآن"[36]

"اپنی اولاد کو تین امور کی تربیت دیں، اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کی، آپ کے اہلِ بیت کی محبت کی اور قرآن پڑھنے کی۔"

اسی طرح حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی سنت مبارکہ کے ذریعے نوجوانوں کو جہاد، محبت الٰہی اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ صحت مند سرگرمیوں اور کھیلوں کی بھی ترغیب دی جن میں فوجی اور دفاعی فنون کے علاوہ شہ سواری، تیر اندازی، کشتی، پیراکی، دوڑیں اور نیزہ بازی اایسی کھیلوں (Sports) کی سرپرستی اور حوصلہ افزائی کی۔

غربت وبے روزگاری:

غربت اور بے روزگاری ایک ایسا مسئلہ ہے جس سے بیشتر مسلم ممالک دوچار ہیں، ہمارے حکمرانوں سے لے کر غریب عوام تک سب غیر مسلم ممالک کے محتاج ہیں وہ کشکول کبھی ہم قرضے کی صورت میں پھیلاتے ہیں تو کبھی امداد کی صورت میں۔اور عوام بے چاری کو جب کوئی سہارا نہیں ملتا تو وہ بیرون ممالک جا کر سالوں سال اپنے خاندان والوں سے دور رہ کر روزی کماتے رہتے ہیں۔مایوسی اس وقت پھیلتی ہے جب عوام روزی کمانے کے لیے ملکوں ملکوں دھکے کھا رہی ہو اور ان کے قائدین و حکمران محلات میں عیش کر رہے ہوں۔ حالات یہاں تک اس وقت پہنچتے ہیں جب قیادت نااہل ہو یا مخلص نہ ہو۔

ڈاکٹر یوسف القرضاوی لکھتے ہیں:

"یہ حقیقت ہے کہ غریبی دین و ایمان کے لیے ایک بڑا خطرہ ہے، خصوصاً ایسی جگہ جہاں دولت کی فراوانی ہو، یہ خطرہ اس وقت پیدا ہو سکتا ہے کہ جب غریب جفاکش اور محنتی ہو اور اس کا دولت مند پڑوسی انتہائی کاہل اور سست ہو ایسے حالات میں غربت لامحالہ اس وسوسے کا شکار ہو جاتا ہے کہ (نعوذ باللہ) اللہ اس کے ساتھ رزق کی تقسیم میں امتیاز اور جانب داری برت رہا ہے۔"[37]

منشیات کا استعمال:

اسلام نے شراب نوشی اور دیگر تمام منشیات کو کلیتاً حرام قرار دے کر ہمیشہ کے لئے اس مسئلہ کو حل کردیا ہے دنیا بھر میں منشیات کی روک تھام کے لئے جو عالمی مہم آج چلائی جارہی ہے پیغمبر اسلام نے اس کا آغاز اس اعلان کے ذریعے 14 صدیاں قبل ہی فرمادیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود مسلم ممالک میں کثرت سے منشیات کا استعمال ہو رہا ہے، یہ بھی ایک بہت بڑی خارجی سازش ہے جس کے ذریعے نسل نو کو بے راہ روی پر ڈال دیا جائے اور ان کے مستقبل کو داؤ پر لگا دیا جائے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالأَنصَابُ وَالأَزْلاَمُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ"[38]

"اے ایمان والو! بیشک شراب اور جوا اور (عبادت کے لئے) نصب کئے گئے بُت اور (قسمت معلوم کرنے کے لئے) فال کے تیر (سب) ناپاک شیطانی کام ہیں۔ سو تم ان سے (کلیتاً) پرہیز کرو تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔"

"کل مسکر خمر و کل مسکر حرام"[39]

"ہر نشہ آور چیز خمر (شراب) ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔"

"لعن الله الخمر وشاربها وساقيها وبائعها ومبتاعها وعاصرها ومعتصرها وحاملها والمحمولة إليه"[40]

"اللہ تعالیٰ نے شراب پر لعنت کی ہے اور اسے پینے والے اور پلانے والے پر اور اسے بیچنے والے اور خریدنے والے پر اور اسے نچوڑنے والے پر اور نچڑوانے والے پر اور اسے اٹھانے والے اور جس کے لئے اٹھائی گئی اس پر بھی لعنت کی ہے۔"

خلاصۂ کلام:

اگر امت مسلمہ کے داخلی اور خارجی مسائل کو گہرائی سے دیکھا جائے تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ امت مسلمہ من حیث الامہ تعلیمات الٰہی اور فرامین نبوی سے منہ موڑ چکی ہے تہذیبی و ثقافتی طور پر غیروں کی محتاج اور غیروں کی پیروکار بن چکی ہے اسلامی تہذیبی و ثقافتی ترقی تب تک ممکن نہیں ہے جب تک ہم اسلام کو ایک کامل تہذیب نہیں سمجھیں گے اور کامل تہذیب کے طور پر دنیا کے سامنے پیش نہیں کریں گے۔

اس حقیقت کو بھی ماننا پڑے گا کہ امت مسلمہ اپنے اسلاف کے نقش قدم سے بھٹک چکی ہے اور اپنے علمی ورثے کو بھلا چکی ہے دور جدید میں مسلمان جدید سائنس اور ٹیکنالوجی میں کوئی ایجاد نہیں کر رہے جس کی وجہ سے لبرل طبقہ اسلام کو ترقی کی راہ میں رکاوٹ سمجھتا ہے اگر دیکھا جائے تو حضور ﷺ نے سائنسی علوم کے فروغ کے لیے ایسے اقدامات کی اور علم و فن کی ایسی سرپرستی کی کہ اپنی جہالت پر فخر کرنے والی قوم تھوڑے ہی عرصے میں پوری دنیا کے علوم و فنون کی امام بن گئی۔

کسی بھی قوم کی خودمختاری کے لیے معاشی خودمختاری ضروری ہے لیکن اسلامی ریاستوں میں بے روزگاری، بدعنوانی، غیر مساوی تقسیم، مالی پالیسیوں کا فقدان اور بیرونی قرضوں پر انحصار کی وجہ سے معاشی تفاوت بڑھتا جا رہا ہے اسلام نے مکمل معاشی نظام دیا ہے جب تک اسلامی معاشی نظام کو مکمل طور پر نافذ نہیں کرتے اور اسلامی معاشی نظام کے بنیادی اصولوں مثلاً کسب معاش، صرف معاش اور تقسیم معاش کے اصولوں کو نہیں اپناتے تب تک معاشی ترقی ناممکن ہے۔

آج پوری دنیا میں اسلام پر دہشتگردی کا الزام لگایا جاتا ہے حالانکہ دہشت گردی اور تشدد اسلام کی قیام امن پالیسی سے متصادم ہے، لیکن کچھ شرپسند مفاد پرست عناصر اور مغربی طاقتیں یہ تاثر دینا چاہتی ہیں کہ موجودہ بدامنی اور تشدد کیلئے اسلامی تعلیمات ذمہ دار ہیں۔اسلام کی تعلیمات امن کو دنیا کے سامنے اجاگر کرنا ہوگا اور پرامن معاشرے کا قیام عمل میں لانا ہوگا۔

آج امت مسلمہ جس تنزلی کا شکار ہے اس کی ایک بہت بڑی وجہ آپس میں اتفاق و اتحاد کا فقدان اور نسل پرستی، علاقائی و لسانی اور فرقہ وارانہ تعصّبات ہیں۔ مسلم ریاستوں میں باہمی اتحاد و اتفاق کے لیے اپنی خارجہ پالیسیوں پر نظر ثانی کی ضرورت ہے مسلمان دوسرے ممالک کے ساتھ تو دور کی بات ایک دوسرے کے ساتھ ان کے تعلقات بہتر نہیں ہیں اس کے لیے حضور ﷺ کی خارجہ پالیسی ہمارے لیے مشعل راہ ہے آپ ﷺ نے مدینہ میں پہلی اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی تو دعوت اسلام کے ساتھ ساتھ خارجہ حکمت عملی پر بھی نظر رکھی۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ قرآن و حدیث نے جو امت کا تصور دیا ہے امت مسلمہ

امت بن کر رہے۔

سفارشات:

- عصر حاضر میں مسلم ریاستیں جن مسائل و چیلنجز کا شکار ہیں ان کے حل اور تدارک کے لیے ضروری ہے کہ امت مسلمہ اپنے مرکز کی طرف لوٹ آئے ،اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اتباع کو اپنا محور بنا لے،دین اسلام پر استقامت کے ساتھ عمل پیرا ہو کر اسلام کی سر بلندی کے لیے ایثار و قربانی کی راہ اپنائے۔ باہمی اتحاد و اتفاق، اخوت و بھائی چارے اور اجتماعیت و عالمگیریت کا وہ مثالی جذبہ پیدا کرے جو ہمارے دین کا امتیاز اور امت مسلمہ کا دینی و ملی شعار ہے۔
- عالمی سطح پر مسلم ریاستوں کے بارے میں جو دہشتگردی،انتہا پسندی اور عدم رواداری کا تاثر پایا جاتا ہے علماء کرام ،دانشور، مفکریں اور میڈیا کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس فکر کا تدارک کریں۔
- انسانوں کی اخلاقی و روحانی تربیت کے لیے ضروری ہے کہ انہیں اسلام کی بنیادی تعلیمات سے آگاہ کیا جائے اور عصر حاضر میں ترقی یافتہ ممالک کا مقابلہ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ جدید علوم کو ہر سطح پر عام کیا جائے۔
- نوجوان طبقہ اور نسل نو میں مثبت فکر کے لیے ضروری ہے جدید تقاضوں کے مطابق ان کے لیے تعلیمی و تخلیقی ماحول پیدا کیا جائے جہاں وہ اپنی صلاحیتوں کو مثبت جگہ پر استعمال کر سکیں۔
- معاشی طبقاتی نظام کا خاتمہ کرکے اسلامی اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے مساوات و اعتدال کی بنیاد پر معاشی نظام کی بنیاد رکھی جائے۔
- وقت کی ضرورت ہے کہ امت مسلمہ باہمی اختلافات کو پس پشت ڈال کر اپنے اصل دشمن کو پہچانیں اور اتحاد و اتفاق کی رسی کو تھام کر ،ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو کر مظلوم امت مسلمہ کے لیے سہارا بنیں۔
- زندگی کے تمام داخلی و خارجی، معاشی و معاشرتی سیاسی و سماجی اور اخلاقی و روحانی مسائل کے حل کے لیے سیرت طیبہ کا مطالعہ کیا جائے اور ان تعلیمات کو اپنی عملی زندگی کا حصہ بنا کر لوگوں تک پہنچائیں۔
- میڈیا آج کے دور کا بہت بڑا ہتھیار ہے مسلم ریاستوں کو میڈیا پر خصوصی توجہ دینی چاہیے جس کے ذریعے سے اسلامی تہذیب و ثقافت کی اشاعت اور مغربی میڈیا کی تہذیبی و ثقافتی یلغار کو روکا جاسکے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات (References)

[1] آزاد، ابوالکلام، قرآن کا قانون عروج وزوال، مکتبہ جمال لاہور، ۲۰۰۴ء، ص:۱۰۰

Āzād, Abū al Kalām, *Quran ka Qānūn e 'Urūj o Zawāl*, (Lahore: Maktaba Jamal, 2004), p: 100

[2] Simon Murden, *Sulture in World Affairs in John Baylis & Steve Smith's The Globalization of World Politics*, (OUP, 2001), p. 461.

[3] فاروقی، برہان احمد، ڈاکٹر، قرآن اور مسلمانوں کے زندہ مسائل، علم و عرفان پبلشرز، ۱۹۹۹ء، ص: ۸۶
Fārūqī, Dr. Burhan Aḥmad, *Qur'ān or Musalmāno k Zindah Masā'il*, ('Ilm o 'Irfān Publishers, 1999), p: 86

[4] Philip J. Adler, Randall L. Pouwels, *World Civilizations*, p. 495

[5] Joseph Schacht & C.E. Bosworth, *The legacy of Islam*, p. 426,427

[6] سورۃ العلق، 1-5

Sūrah al 'Alaq, 1 - 5

[7] قادری، محمد طاہر، ڈاکٹر، اسلام اور جدید سائنس، منہاج القرآن پبلیکیشنز، ۲۰۰۱ء، ص: ۷۷
Dr. Tahirul Qādrī, *Islām or Jadīd Science*, (Minhāj al Qur'ān Publications, 2001), p: 77

[8] سورۃ البقرۃ، 164

Sūrah al Baqarah, 164

[9] ترمذی، السنن، کتاب العلم، باب ماجاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ، رقم: ۲۶۸۷
Al Tirmidhī, *Al Sunan*, Ḥadīth # 2687

[10] فاروقی، برہان احمد، ڈاکٹر، قرآن اور مسلمانوں کے زندہ مسائل، علم و عرفان پبلشرز، ۱۹۹۹ء، ص: ۸۹
Fārūqī, Dr. Burhan Aḥmad, *Qur'ān or Musalmāno k Zindah Masā'il*, p: 89

[11] ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۳: ۳۶

Ibn Hishām, *Al Sīrah al Nabaviyyah*, 3: 36

[12] سورۃ التوبۃ، ۳۴

Sūrah al Tawbah, 34

[13] احمد بن حنبل، المسند، رقم: ۱۱۳۱۱

Aḥmad bin Ḥambal, *Al Musnad*, Ḥadīth # 11311

[14] مسلم، الصحیح، کتاب القطعۃ، باب استحباب المؤاساۃ، رقم: ۱۷۲۸

Ṣaḥīḥ Muslim, Ḥadīth # 1728

[15] بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، رقم: ۴۵۲

Ṣaḥīḥ Al Bukhārī, Ḥadīth # 452

[16] قادری، محمد طاہر، ڈاکٹر، قرارداد امن (دہشتگردی اور انتہا پسندی کا خاتمہ کیونکر ممکن ہے) منہاج القرآن پبلیکیشنز، مارچ ۲۰۱۶ء، ص: ۷۹
Dr. Tahirul Qādrī, *Qarārdād e Aman*, (Minhāj al Qur'ān Publications, 2016), p: 79

[17] سورۃ آل عمران، ۱۹

Sūrah Āal-e-'Imrān, 19

[18] احمد بن حنبل، المسند، رقم: ۶۷۵۳

Aḥmad bin Ḥambal, *Al Musnad*, Ḥadīth # 6753

[19] نسائی، السنن، کتاب الایمان وشرائعہ، باب صفۃ المؤمن، رقم: ۴۹۹۵

Al Nasā'ī, *Al Sunan*, Ḥadīth # 4995

[20] سورۃ آل عمران، ۱۰۳

Sūrah Āal-e-'Imrān, 103

[21] مالک بن انس، المؤطا، رقم الحدیث: ۱۳۹۵
Mālik bin Anas, *Al Mu'waṭṭā*, Ḥadīth # 1395

[22] سورۃ الانعام، ۱۵۹
Sūrah al An'ām, 159

[23] سورۃ الروم، ۳۱
Sūrah al Rūm, 31

[24] سورۃ الانفال، ۴۶
Sūrah al Anfāl, 46

[25] البخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح، دار طوق النجاۃ، ۱۴۲۲ھ، ۴: ۱۷۵
Al Bukhārī, *Ṣaḥīḥ Al Bukhārī*, (Dār Ṭawq al Najāh, 1422), 4: 175

[26] سورۃ البقرۃ، ۲۲۸
Sūrah al Baqarah, 228

[27] بخاری، الصحیح، کتاب احادیث الانبیاء، باب خلق آدم، رقم: ۳۱۵۳
Ṣaḥīḥ Al Bukhārī, Ḥadīth # 3153

[28] سورۃ القصص، ۷۷
Sūrah al Qaṣaṣ, 77

[29] سورۃ الانعام، ۳۲
Sūrah al An'ām, 32

[30] سورۃ الانفال، ۶۰
Sūrah al Anfāl, 60

[31] رضوی، سید واجد، رسول ﷺ میدان جنگ میں، مکتبہ مدنیہ لاہور، ۱۹۹۲ء، ص: ۷۹
Riẓvī, Syed Wajid, *Rasūl ﷺ Maydān-eJang me*, (Lahore: Maktabah Madnia, 1992), p: 79

[32] سعید اکرم، پروفیسر، عصر حاضر اور اسلامی معاشرے کی تشکیل، ترجمان القرآن، جنوری ۲۰۰۶ء، ص: ۲۷۰
Prof. Saeed Akram, *'Aṣar-e-Ḥāḍir or Islāmī Mu'āshry kī Tashkīl*, (Tarjumān al Qur'ān, Jan 2006), p: 270

[33] الحاکم، المستدرک علی الصحیحین، رقم: ۲۵۳
Al Ḥākim, *Al Mustadrak 'ala al Ṣaḥīḥayn*, Ḥadīth # 253

[34] سورۃ النساء، ۳
Sūrah al Nisā', 3

[35] الجوزی، العلل المتناہیۃ، ۲: ۶۱۲
Al Jawzī, Al 'Ilal al Mutanahiyyah, 2: 612

[36] الہندی، کنز العمال، رقم: ۴۵۴۰۹
Al Hindī, *Kanz al 'Ummāl*, Ḥadīth # 45409

[37] القرضاوی، محمد یوسف، ڈاکٹر، مشکلات الفقر وکیف علاجہا الاسلام، مترجم (نصیر احمد ملی) مکتبہ اسلامیہ لاہور، ۲۰۰۴ء، ص: ۲۸
Dr. Yūsuf al Qaraḍāvī, *Mushkilāt al Faqr wa Kayfa 'Allajahā al Islām*, (Lahore: Maktabah Islāmia, 2004), p: 28

[38] سورۃ المائدۃ، ۹۰

Sūrah al Mā'idah, 90

[39] مسلم، الجامع الصحیح، کتاب الأشربۃ، باب عقوبۃ من شرب الخمر، رقم: ۲۰۰۲

Ṣaḥīḥ Muslim, Ḥadīth # 2002

[40] ابو داؤد، السنن، کتاب الأشربۃ، باب العنب یعصر للخمر، رقم: ۳۶۷۴

Abū Dāwūd, *Al Sunan*, Ḥadīth # 3674